پاکستان کے احمدی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں تو ملک کی کایا پلٹ جائے گی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍جنوری ۱۹۷۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

ایک انسان کی اصل دولت اس کی خداداد صلاحیتیں ہیں اور ایک قوم کی اصل دولت اس قوم کے افراد کی صلاحیتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق میں اپنی صفات کے جلوے رکھے ہیں اور اسکی صفات کے جلوے سب سے زیادہ ہمیں انسانی وجود ہی میں نظر آتے ہیں۔ اسی لئے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ ہمیں مختلف قوتیں مختلف اندازوں کے مطابق انسان میں نظر آتی ہیں۔ اصولی طور پر یہ قوّتیں اور استعدادیں چار قسموں کی ہوتی ہیں۔ (۱) جسمانی (۲) ذہنی (۳) اخلاقی اور (۴) روحانی۔ میں آج کی اس گفتگو میں ان سب قوتوں اور استعدادوں کو صلاحیتوں کا نام دوں گا۔

پس فردِ واحد کی دولت اُسکی صلاحیتیں ہوتی ہیں اور ہمیں صلاحیتوں کے متعلق یہ نظر آتا ہے کہ وہ بالغ شکل میں انسان میں نہیں پائی جاتیں بلکہ وہ درجہ بدرجہ بڑھتی ہیں اور اِس تدریجی نشوونما میں بہت سے عوامل اُن پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بہرحال اصول یہ ہے کہ انسان کو جو صلاحیّت ملتی ہے، وہ تدریجی طور پر نشوونما پاتی ہے۔ مثلاً انسان اپنی کچھ نشوونما ماں کی گود میں اور کچھ نشوونما باپ کی تربیت سے حاصل کرتا ہے اور اُسکی کچھ نشوونما اچھے ماحول کے اچھے اثرات سے ہوتی ہے اور اُس کی بہت کچھ نشوونما اُس کی اپنی کوشش اور جدوجہد پر منحصر ہوتی ہے۔

بہرحال صلاحیّت ایک بیج ہوتا ہے جسکی شکلیں اور اُسکے مختلف پہلو آہستہ آہستہ Unfold (ان فولڈ) ہوتے ہیں یعنی ہمارے سامنے آتے ہیں۔ گویا پہلے وہ چُھپی ہوئی چیزیں تھیں جو بعد میں سامنے آگئیں۔

اصولی طور پر صلاحیت ایک دولت ہے اس زندگی کی بھی اور اُس زندگی کی بھی۔ مثلاً دو ڈاکٹر ہیں۔ اب اُن کی فطرت اور طبیعت کا میلان اور ذہنی رُجحان طِبّ کی طرف تھا۔ اُنہوں نے ایک دُوسرے کے مقابلے پر آکر محنت کی پھر وہ پاس ہوگئے۔ پھر انہوں نے پریکٹس شروع کردی چنانچہ وہ مالدار بن گئے۔ دیکھو ایک ڈاکٹر کی دولت اُسکی طبی صلاحیت کا نتیجہ ہے لیکن اس میں ہمیں ایک اور چیز بھی نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص محدود صلاحیتیں رکھتا ہے اور یہ چیز حد باندھنے والی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے۔ ہر شخص کی صلاحیتوں کا دائرہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔ ہر شخص کی صلاحیتوں کا دائرہ مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً طبّی میدان میں ہی دیکھو۔ ایک ڈاکٹر ہے، وہ دس ہزار روپے ماہوار کمارہا ہے اور اسی کی کلاس میں پڑھا ہوا اس کا ایک دوسرا ساتھی اور دوست ڈاکٹر ہے جو ہمیشہ روتا رہتا ہے کہتا ہے میں تو بھوکا مر رہا ہوں میری آمدنی کافی نہیں میں اپنی پوری کوشش کے باوجود ہزار روپے کمارہا ہوں۔

پس یہ تفاوت دراصل اِس واسطے ہے کہ حد باندھنے والا اللہ تعالیٰ تھا اور اُس نے ہر ایک ڈاکٹر کی صلاحیّت کا ایک دائرہ بنادیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم آگے نہیں جاؤ گے۔ اِس سے آگے جانا تمہارے لئے ممکن ہی نہیں۔ اس کو ہم دائرۂ استعداد بھی کہتے ہیں لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے میں ساری قوتوں اور استعدادوں کو صلاحیت کے نام سے ذکر کروں گا۔ پس ہر ایک آدمی کا ایک دائرہ صلاحیت ہوتا ہے اور وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا لیکن دائرہ صلاحیّت سے ورے ورے رہ سکتا ہے اور یہیں انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے جس سے قومیں تباہ ہوجاتی ہیں۔ اگر کوئی فرد اپنی صلاحیتوں کی نشوونما کو اپنے دائرہ استعداد کی آخری حد تک پہنچا دیتا ہے تو وہ اپنی نجات کی معراج تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو نشوونما کے کمال تک نہیں پہنچاتا تو وہ بڑا بدقسمت ہے۔ اُسے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی میں یہ صلاحیّت رکھی ہو کہ وہ رات کے اندھیروں میں چھ گھنٹے اپنے ربّ کے حضور دُعائیں کرنے کے

باوجود اپنی دن کی ذمہ داریوں میں کوتاہی نہیں ہونے دیتا۔تو ایسا انسان اگر چھ گھنٹے کی بجائے چار گھنٹے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذارتا ہے تو وہ اپنے دائرہ استعداد کی انتہا کو نہیں پہنچا۔ اُس نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے جو ایک تہائی زائد انعام لے سکتا تھا اس سے اُس نے خود کو محروم کر دیا۔ اگر کوئی قوم ایسی ہو کہ اس کے سارے شہری، اس میں بسنے والے سب افراد اپنی صلاحیتوں کی اپنے اپنے دائرہ استعداد کی آخری حدود تک پہنچا دیں تو اِس سے زیادہ کامیاب اور اس سے زیادہ شاندار نتائج دکھانے والی دُنیا میں اَور کوئی قوم نہیں ہوسکتی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پر جب ہماری نگاہ پڑتی ہے تو (یہ تو درست ہے کہ اُس وقت بھی منافق تھے اور کمزور ایمان والے بھی تھے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُس وقت بڑی بھاری اکثریت ایسی تھی جنہوں نے آنحضرت صلی للہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت میں اپنی صلاحیتوں کی نشوونما کو اپنی استعدادوں کے دائرہ کی جو آخری حد تھی، وہاں تک پہنچا دیا تھا چنانچہ وہ قوم جو شروع میں مٹھی بھر تھی اور جس کا دُنیا کی آبادی کے لحاظ سے کوئی شمار تھا اور نہ اُن کی کوئی حقیقت تھی، اُنہوں نے جب کسریٰ سے ٹکر لی۔ اُس وقت حضرت خالدؓ بن ولید کے پاس اٹھارہ ہزار فوج تھی۔ تھے تو وہ اٹھارہ ہزار مگر وہ ایسے تربیت یافتہ افراد تھے جنہوں نے اپنے دائرہ استعداد کی انتہا کو پالیا تھا (جس کو میں نجات کی معراج کہتا ہوں) اس لئے اُنہوں نے لاکھوں کی تعداد میں اور دُنیوی اموال کی کثرت رکھنے والوں کے مقابلہ میں اپنی برتری کو ثابت کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو ایران کے باشندوں کی مجموعی صلاحیّت تھی باوجود اسکے کہ وہ لاکھوں کی تعداد میں تھے مگر اُنکی مجموعی صلاحیت مسلمانوں کی صلاحیت کے مجموعہ سے کم تھی ورنہ مسلمان کبھی کامیاب نہ ہوتے پس جو قوم ایسی ہو کہ اسکے افراد خداداد صلاحیتوں کی نشوونما اپنے دائرہ کے اندر انتہا کو پہنچا دیں تو اس سے زیادہ کامیاب اور زیادہ خوبصورت اور حسین اَور کوئی قوم نہیں ہوسکتی۔ غرض یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم ایک ایسی قوم تھی جس میں ہمیں یہ خوبی نظر آتی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے دائرہ استعداد سے نصف ورے رہ جاتا ہے یا دو تہائی ورے رہ

جاتا ہے اس لکیر سے جو اس کے دائرہ کو معین کر رہی ہے تو وہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اگر وہ نصف تک رہ جاتا ہے تب بھی ناکام ہو گیا اور اگر وہ ۸۰ فی صد کی حد تک پہنچ جاتا ہے تب بھی وہ ایک لحاظ سے ناکام ہو گیا۔ ہماری یونیورسٹیاں ۳۳ فی صد نمبر لینے والوں کو پاس کر دیتی ہیں اس لئے میں نے یہ مثال دی ہے تا کہ بچے بھی سمجھ جائیں۔ جو فرد اپنے دائرہ استعداد کے ایک تہائی تک بھی نہیں پہنچا وہ فیل ہے۔ اگر چہ یہ غلط معیار ہے لیکن بہر حال وہ اس معیار کے مطابق فیل ہے ہمارا بچہ بھی اس کو سمجھ جائے گا کہ جس لڑکے نے ۳۰ فیصد نمبر لئے وہ ناکام ہو گیا۔ اسی طرح جس قوم کے ۲۵ فی صد افراد نے اپنی صلاحیتوں کی ۸۰ فیصد نشو ونما کی وہ قوم ہلاک ہو گئی۔ غرض نجات کی معراج صلاحیتوں کی نشو ونما کی انتہاء تک پہنچانا ہے۔ یہ انسان کی دولت ہے۔ یہ مادی دولت بھی ہے۔ یہ ذہنی دولت بھی ہے۔ یہ اخلاقی دولت بھی ہے اور یہ روحانی دولت بھی ہے۔ اگر پاکستان کے سارے کے سارے شہری اپنی استعداد کے دائرہ کے اندر اپنی صلاحیتوں کی نشو ونما کو اپنی انتہا تک پہنچا دیں، ہمارا ملک دُنیا کے امیر ترین ملکوں میں سے ہو جائے گا اور دُنیا کے حسین ترین ملکوں میں سے بھی ہو جائے گا کیونکہ اخلاقی لحاظ سے بھی ہم ایک ایسی مذہبی جماعت ہیں جس کا اسلام کے ساتھ تعلق ہے۔ اس لئے اگر ہماری ذہنی اور ہماری اخلاقی اور ہماری روحانی نشو ونما ہو گی تو مادی نشو ونما کے لحاظ سے اور مادی دولت کے لحاظ سے امریکہ بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ روس بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا، اور چین بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکے گا کیونکہ اگر چہ یہ قومیں دُنیوی لحاظ سے بڑی آگے نکل چلی ہیں لیکن میں نے بڑا غور کیا ہے اور بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ ابھی بحیثیتِ مجموعی اپنے دائرہ استعداد کی انتہا تک نہیں پہنچے یعنی مادی لحاظ سے بھی، ذہنی لحاظ سے بھی، اخلاقی لحاظ سے بھی اور روحانی لحاظ سے بھی اپنی نشو ونما کے کمال تک نہیں پہنچے۔ اخلاقی اور روحانی لحاظ سے تو وہ بہت ہی پیچھے ہیں لیکن جسمانی اور ذہنی لحاظ سے بھی اپنے دائرہ استعداد کی انتہا تک نہیں پہنچے۔ اگر اُن کے مقابلے میں پاکستان بحیثیت مجموعی اپنے دائرہ استعداد کی انتہا کو پہنچ جائے تو وہ ان ملکوں سے آگے نکل جائے گا۔ ہم نے اگر سَو میں سے دس نمبر لئے اور انہوں (یعنی امریکہ، روس، چین وغیرہ) نے سَو میں سے پچاس نمبر لئے تو اس لحاظ سے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم سے

بہت آگے ہیں۔ وہ ہم سے پانچ گنا آگے ہیں لیکن اگر ہمارے اندر اللہ تعالیٰ نے دس کی بجائے سَو نمبر لینے کی صلاحیت رکھی تھی اور ہم یہ سو نمبر حاصل کرلیں تو گویا ہم اُن سے دو گنا آگے نکل گئے۔

پس انسان کی اصل دولت اس کی صلاحیت ہے یعنی وہ قوتیں اور استعدادیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہیں۔ یہی اصل دولت ہے۔ اب ایک قوت ہے جو مٹی سے کھیل رہی ہے اور ہم اس کو ''زراعت'' کہتے ہیں۔ ایک انسان کی قوت ہے جو سونے سے کھیل رہی ہے اس کو سنار یعنی زیور بنانے والا کہتے ہیں اور وہ اس کے ذریعہ پیسے کما رہا ہوتا ہے۔ ایک قوت ہے سرجری یعنی جراحی کی۔ مثلاً ایک ڈاکٹر ہے وہ اپنے اوزار پکڑتا ہے اس کے جسم کی بھی اور ذہن کی بھی ایسی نشوونما ہوتی ہے (بہت سی قوتیں مل کر اس دُنیا میں کام کرتی ہیں) کہ جس وقت وہ چاقو چلاتا ہے تو ایک سیدھی لکیر کھینچتا ہے۔ ذرا بھی ادھر اُدھر نہیں ہوتا لیکن اس کے مقابلے پر ایک دوسرا ڈاکٹر تھا جس میں پوری طاقت تھی لیکن وہ اپنے علم میں نہیں بڑھا اور اپنی صلاحیت کی صحیح نشوونما نہیں کی وہ آپریشن کرتا ہے گردے کا، تو ساتھ ہی تین اور جگہ زخم لگا جاتا ہے اس واسطے کہ اس کی صلاحیّت کی پوری نشوونما نہیں ہو پائی اور اس قسم کے جو کام ہیں اُن میں تو کسی زندہ قوم کو سو فی صد صلاحیّت سے کم پر راضی نہیں ہونا چاہیے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا بعض دفعہ میں سمجھانے کے لئے مذاق میں بات کرتا ہوں تو وہ حیران ہوجاتے ہیں۔ مثلاً اگر ہمارا لاہور کا طبّی کالج چالیس فی صد نمبروں پر لڑکوں کو پاس کرتا ہے تو وہاں سے ایک فارغ التحصیل ڈاکٹر اگر پانچ میں سے تین مریضوں کو نااہلیت کی بنا پر مارتا رہے تو آپ اس پر الزام نہیں لگا سکتے۔ وہ آرام سے کہہ دے گا کہ مجھے چالیس فی صد نمبر دے کر پاس کیا گیا تھا۔ دیکھو میں اب بھی پاس ہوں۔ میرے چالیس فی صد مریض اچھے ہو رہے ہیں۔ تم نے میری ساٹھ فی صد جو خامی تھی، اس کو جب نظر انداز کیا تھا تو جو ساٹھ فی صد مریض مر رہے ہیں، ان کو نظر انداز کرنے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے۔ پس اس قسم کے جو کام ہیں اُن میں عقل ہمیں یہی کہتی ہے کہ سو فی صد نتیجہ ہونا چاہئے۔

اسی طرح ایک انجینئر ہے۔ آپ نے اُس کو چالیس فی صد نمبر دے کر پاس کر دیا۔ وہ

پانچ مکان بناتا ہے جن میں دو کی چھتیں قائم رہتی ہیں اور تین مکانوں کی چھتیں گر جاتی ہیں مگر آپ اُسے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ کہے گا میں پاس ہوں مجھے اسی معیار کے مطابق نمبر دے کر پاس کیا گیا تھا۔ اگر تین مکانوں کی چھتیں گر گئی ہیں تو مجھ پر الزام نہیں بلکہ اس ادارے پر الزام ہے جس نے پاس کیا تھا۔

بہر حال یہ مثال میں اس لئے دے رہا ہوں کہ بعض صلاحیتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اگر ان کی نشوونما سو فی صد نہ ہوتو وہ قوم کے لئے نقصان دہ بن جاتی ہیں گو بعض صلاحیتیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اگر ان کی نشوونما پچاس فی صد ہوتو اس طرح کا نقصان نہیں ہوتا البتہ یہ نقصان ضرور ہوتا ہے کہ اُس کے ذریعہ جو قومی دولت کا پچاس فی صد اَور اضافہ ہونا تھا اس سے قوم محروم ہوگئی۔

پس صلاحیتوں کا ایک دائرہ ہوتا ہے اور اس دائرے سے انسان آگے نہیں جا سکتا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں لیکن اس دائرے تک پہنچ سکتا ہے تبھی وہ صلاحیت کا دائرہ بنا اور اس سے کم بھی رہ سکتا ہے اور جو کمی ہے وہ اس فرد اور اُس کی قوم کے نقصان کا باعث بنتی ہے۔

یہ سوچ کر بڑی شرم آتی ہے کہ جس قوم کو یا جس اُمّت کو اس قسم کی حسین تعلیم دے کر ان مسائل کو واضح کیا گیا تھا وہ اس مادی دُنیا میں مادی دولت اور ذہنی دولت اور ذہنی نشوونما کے لحاظ سے چین یا امریکہ یا روس یا یورپ سے پیچھے رہ گئی ہے۔ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے آپ اُن سے آگے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ (یہ میری خوش فہمی ہی نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ) یہ قومیں بھی بحیثیت مجموعی اپنے اپنے دائرہ استعداد یا دائرہ صلاحیت کی آخری حد سے ابھی ورے ہیں۔ ابھی اس لکیر تک نہیں پہنچیں جو اس دائرے کو معین کرتی ہے۔ اگر آپ اُس آخری حد تک پہنچ جائیں تو آپ اُن سے آگے نکل جائیں گے۔ اس واسطے اُمّت محمدیہ کی زندگی میں لغو کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ (المومنون:۴)

جس کے ایک یہ معنے بھی ہیں کہ یہ اُمّت اور اس کے افراد ہر اس کام سے اجتناب کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں صلاحیت کی حقیقی اور کامل نشوونما میں روک پیدا ہوتی ہو۔

اب موجودہ چین ہم سے آگے نکل گیا ہے حالانکہ اس کا وجود پاکستان سے کم عمر ہے۔ ہم

نے ۱۹۴۷ء میں آزادی حاصل کی تھی اُنہوں نے غالباً ۴۸ء یا ۴۹ء میں آزادی حاصل کی تھی وہ ملک ہم سے سال دوسال چھوٹا ہے۔ مجھے صحیح طور پر تو یاد نہیں لیکن یہ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کی عمر ہمارے ملک سے چھوٹی ہے لیکن ہم سے وہ مادی اور ذہنی لحاظ سے آگے نکل گیا ہے اور یہ اس لئے ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ایک مسلمان کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ اگر تُو کوشش نہیں کرے گا تب بھی میں تیری صلاحیتوں کی نشوونما کردوں گا اور ایک غیر مُسلم کو اُس نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تیری نشوونما تیری کوشش کے باوجود دائرہ استعداد کے قریب سے قریب تر نہیں ہوگی ۔ یہ دُنیا کا قانون ہے۔ یہ قانونِ قدرت اور قانونِ فطرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بنایا ہے کہ جو شخص اپنی صلاحیتوں کے نُور کو اُجاگر کرنے کی انتہائی کوشش کرے گا وہ منور ہوجائے گا۔

یہ زندگی صرف مادی اور ذہنی ہی نہیں بلکہ دُنیا میں اخلاقی اور روحانی زندگی بھی ضروری ہے اور اخلاقی اور روحانی لحاظ سے (جیسے بھی ہم ہیں) پھر بھی وہ ہم سے پیچھے ہیں لیکن انہوں نے جس صلاحیت یا صلاحیت کے جس میدان میں (اور میں نے بتایا ہے کہ یہ چار میدان ہیں) کوشش کی اس میں وہ ہم سے آگے نکل گئے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ قانون نہیں ہے اگر تم صحیح وقت پر گندم نہ بھی بیجو تب بھی تمہارے اسلام کی طرف منسوب ہونے کے نتیجہ میں تمہارے کھیتوں میں گندم اُگ آئے گی۔ کبھی آپ گندم کا بیج مارچ یا اپریل میں لگا کر تو دیکھیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ اُس نے تمہارے اندر جو صلاحیتیں رکھی ہیں اگر تم ان کی نشوونما کے لئے اسی کے بتائے ہوئے طریق پر کوشش کروگے تو اس کا نتیجہ نکلے گا۔ ان صلاحیتوں کے نتائج نکالنے کے لئے یہ ساری دنیا بنی ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس عالمین کو تمہارے لئے مسخر کردیا گیا ہے۔ زمین کو مسخر کیا کہ وہ تمہارے لئے اناج اُگائے اور تمہارے لئے کپڑوں کا سامان پیدا کرے یا تمہارے لئے چکنائی کا سامان پیدا کرے یا تمہارے لئے ایندھن کا سامان پیدا کرے وغیرہ وغیرہ۔ ہم زمین سے ہزارہا اشیاء حاصل کررہے ہیں اور پھر بھی ہم نے کبھی غور نہیں کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتنی حمد کرنی چاہئے۔

غرض یہ اسی تسخیر کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی ہر چیز کو ہمارے کام میں لگا دیا ہے

یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے ایک مسلمان کو تو یہ بھی فرمایا تھا کہ اُس نے تمہارے لئے یورینیم کو مسخر کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق مسلمانوں کو بڑی وضاحت سے فرمایا تھا مگر اس کا فائدہ اُٹھایا گیا امریکہ اور روس اور یہ بڑے شرم کی بات ہے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ فرمایا تھا کہ اس زمین میں جو کچھ بھی پایا جاتا ہے خواہ یہ یورینیم ہو یا ایک ایسا ذرہ ہو جس سے تم شیشہ بناتے ہو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ تمام صلاحیتیں عطا کر دی ہیں کہ جن کے صحیح استعمال کے نتیجہ میں تم اس مادی دنیا میں زیادہ سے زیادہ دولت کما سکتے ہو اور پھر تدریج کا اصول بنایا یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نشو و نما کی ذمہ داری تمہارے ماں باپ، تمہارے ماحول اور تمہارے نفسوں کے اوپر ڈال دی گئی ہے۔ تم ترقی کرو اور میرے انعامات کو حاصل کرتے چلے جاؤ۔

اب اس تمہید کے بعد میں اپنے بڑوں اور چھوٹوں، مردوں اور عورتوں، بچوں اور بالغوں سے کہتا ہوں کہ وہ اپنے وقت کو ضائع نہ کریں اور محنت کی عادت ڈالیں۔ محنت سے میری مراد صرف محنت کا وہ لفظ نہیں کہ جس کو میں بولتا ہوں تو ہمارے کان اس کی لہریں سنتے ہیں مگر نہ تو لوگ سمجھتے ہیں اور نہ کام کرنے کا عزم کرتے ہیں۔ محنت سے میری مراد اس تمہید کی روشنی میں یہ ہے کہ ہم نے ہر اس صلاحیت پر جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بخشی ہے زیادہ سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے اور اچھے سے اچھے نتائج نکالنے ہیں۔ جب میں کوشش کا لفظ بولتا ہوں تو اس سے میری مراد یہ نہیں ہے کہ ہمیں دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دراصل دعا بھی ایک کوشش، ایک تدبیر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فقرہ مجھ پر تو وجد طاری کر دیتا ہے آپ فرماتے ہیں (صحیح لفظ تو مجھے یاد نہیں مگر ان کا مفہوم یہی ہے کہ) دعا تدبیر ہے اور تدبیر دعا ہے۔ غرض دنیا بھی ایک کوشش ہے البتہ یہ صحیح ہے کہ یہ روحانی کوشش ہے مثلاً ہاتھ کی چار انگلیاں ہیں۔ علیٰحدہ علیٰحدہ ہوتی ہیں اگر ان میں سے دو کی نشو و نما نہ ہو تو چار کی طاقت نہیں رہتی یعنی وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو چاروں انگلیوں کے ملنے سے نکلنا تھا اب اگر کسی کی صلاحیت کی چھوٹی انگلی جسمانی طور پر اور شہادت کی انگلی ذہنی طور پر ترقی کر گئی اور مضبوط ہو گئی اور بڑی طاقتور بن گئی لیکن اگر بیچ کی دو انگلیوں نے اخلاقی اور روحانی طور پر

ترقی نہیں کی یا ان میں کوئی نشو ونما نہیں ہوئی تو ان انگلیوں کے ذریعہ گرفت کیسے ہوگی ۔ جس شخص کی اس طرح کی انگلیاں ہوتی ہیں ہم اسے مفلوج کہتے ہیں۔

پس جن قوموں نے صرف مادی لحاظ سے اور ذہنی لحاظ سے ترقی کی ہے اسلام کی اصطلاح میں وہ قومیں مفلوج ہیں کیونکہ انہوں نے اخلاقی اور روحانی لحاظ سے ترقی نہیں کی لیکن وہ تو ناواقف ہیں ۔ ان کو پتہ ہی نہیں وہ اسلام کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں ۔ کسی نے اُن کو قرآن کریم نہیں سکھایا۔ کسی نے اس کے معارف اُن کے سامنے نہیں رکھے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اُن کا تعلق نہیں پیدا ہوا ۔ وہ اس کے پیار کو نہیں پہچانتے کہ وہ کس طرح اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے انہوں نے وہ نظارے دیکھے ہی نہیں ۔ وہ ایک حد تک معذور ہیں مگر جہاں تک صلاحیتوں کا تعلق تھا وہ معذور نہیں لیکن جہاں تک ماحول کا تعلق ہے وہ معذور ہیں ۔ مگر کیا یہ معذرت آپ کی زبان سے نکل سکتی ہے؟ کیونکہ آپ کو تو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی ہے ۔ آپ کو تو خدا تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم نور عطا فرمایا ہے اور آپ کے سامنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ایک عظیم اسوہ کے رکھا ہے لیکن دوسری قوموں کی آنکھ کے سامنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی اُسوۂ حسنہ نہیں ہے ۔ اُن کے پاس تو قرآن کریم جیسی کوئی کتاب نہیں ہے ۔ اُن کی ایک حد تک دُنیوی لحاظ سے معذرت قبول ہوسکتی ہے ۔ باقی یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ جانے ۔ ہمیں اس سے تعلق نہیں تاہم ہمارے دماغ بھی ایک حد تک اس معذرت کو قبول کر لیتے ہیں لیکن دنیا کا کون سا دماغ ہے جو ایک مسلمان کی معذرت کو قبول کرے گا ۔ کوئی شخص نہیں جو اس کی معذرت قبول کرے اس لئے صرف دوسروں کو مفلوج کہہ دینے سے ہمیں کوئی فائدہ ، کوئی خوشی نہیں ہوتی کیونکہ اگر ان کی دو انگلیاں کام کر رہی ہیں اور باقی دو مفلوج ہیں اور آپ کی اُن سے آگے نکلنے کی صلاحیت اور بہتر ماحول رکھتے ہوئے بھی چاروں انگلیاں مفلوج ہیں تو پھر ان کے جزوی فالج کا ذکر ہمیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ پھر تو ہم شاید اس بات کے قابل بھی نہ رہیں کہ اُن کے لئے اپنے دل میں رحم کے جذبات پیدا کر سکیں کیونکہ ہماری حالت اُن سے بھی زیادہ گری ہوئی ہے۔

پس جس رنگ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُس رنگ میں ہر احمدی کو محنت کرنی چاہئے اور

اپنی جدو جہد کو انتہا تک پہنچانا چاہئے۔ ہر فرد کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے صلاحیت کی شکل میں اُسے جو اصلی قوت اور اصلی دولت عطا فرمائی ہے اس سے وہ اپنے دائرہ صلاحیت کے اندر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے اگر آج پاکستان میں بسنے والے احمدی ہی اپنی صلاحیتوں کی نشو و نما کو ان کی انتہا تک پہنچادیں تو اسی سے ہمارے اس پیارے ملک کی کایا پلٹ جائے گی حالانکہ ہم بہت تھوڑے ہیں لیکن اگر ہم اپنی تھوڑی تعداد کے باوجود بھی اپنی صلاحیتوں کی نشو و نما آخری حد تک پہنچا دیں جس کا مطلب یہ ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ دولت ہر چہار لحاظ سے کسی کو مل سکتی ہے وہ مل جائے تو پاکستان کی دولت میں اتنا اضافہ ہو جائے گا کہ دُنیا کی کوئی اَور طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی لیکن اگر ہم وعظ تو سنتے رہیں مگر عمل نہ کریں اور اپنے اوقات کو ضائع کرتے رہیں اور ہمارے نوجوان جنہیں خدا تعالیٰ نے ذہن عطا فرمائے تھے وہ اپنے ذہنوں کی کند چھری کے ساتھ ذبح کرنے والے ہوں اور ہمارے وہ پیشہ ور دوست جنہیں اللہ تعالیٰ نے حُسن عمل کی صلاحیت عطا فرمائی تھی وہ اس دنیا میں خوبصورتی اور حُسن پیدا نہ کر سکیں تو پھر اللہ ہی حافظ ہے لیکن اگر ہم ایسا کر دیں تو پھر ہمارا ملک (اور پھر ساری دُنیا لیکن اس وقت میں اپنے ملک کی بات کر رہا ہوں۔ ویسے ہماری ذمہ داری ساری دُنیا کی خوشحالی کی ہے) دنیا کے امیر ترین ممالک میں سے ایک امیر ملک بن جائے گا۔ اسلئے کہ ہم تھوڑے ہیں لیکن اگر پاکستان کے سارے باشندے خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے غلبۂ اسلام کی یہ ایک عظیم مہم جو دنیا میں جاری کی گئی ہے اس میں شامل ہو جائیں تو پھر میں کہوں گا کہ ہم ساری دنیا سے آگے نکل جائیں گے۔ لیکن ہم احمدی جو اس مملکت کے شہری ہیں، ہماری تعداد گو بہت تھوڑی ہے لیکن اگر ہم اپنی نجات کی معراج کو پالیں یعنی ہماری قوتوں، ہماری استعدادوں اور ہماری صلاحیتوں کی نشو و نما اپنے کمال تک پہنچ جائے تو ہمیں ہر پہلو سے اتنی دولت ملے! اتنی وافر دولت کہ ہمارے ملک کا نقشہ بدل جائے۔

پس اپنے نفسوں پر رحم کرتے ہوئے اور بنی نوع انسان سے محبت کا اظہار کرنے کے لئے تم خدا تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کی زیادہ سے زیادہ نشو و نما کرو اور اپنے اپنے دائرہ استعداد کی آخری حدود پر کھڑے ہو کر تم اپنے ربّ سے یہ کہو اے ہمارے ربّ! تُو نے ہمیں انتہائی

پیار سے صلاحیتیں دیں اور اُن کا ایک دائرہ مقرر فرمایا۔ پھر تو نے ہمیں یہ توفیق بخشی کہ ہم درجہ بدرجہ آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں اب ہم اپنی حد پر پہنچ گئے ہیں۔ اب ہم اندر کی طرف منہ کرتے ہیں اور یہ دُعا کرتے ہیں کہ جس طرح تُو نے ہمیں ہمارے دائرہ استعداد اور صلاحیت میں انتہا تک پہنچنے کی توفیق عطا کر کے ہمیں نجات کی معراج تک پہنچایا ہے۔ اسی طرح تُو ہمیں یہ توفیق بھی عطا فرما کہ اب ہم زیادہ سے زیادہ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کرے ایسا ہی ہو۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶؍جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۵)